ٹیلیفون نمبر ۳۳

روزنامہ

خطبہ نمبر ۱۵

الفضل قادیان

یوم چہارشنبہ

The ALFAZL QADIAN.

جلد ۳۴ | یکم ماہ ہجرت ۱۳۲۵ ہش | ۲۸ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ | یکم مئی ۱۹۴۶ء | نمبر ۱۰۲

مدینۃ المسیح

قادیان ۳۰ ماہ شہادت۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے متعلق آج شام کی اطلاع مظہر ہے کہ حضور کی طبیعت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ

حضرت اُم المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت خرابی جگر کی وجہ سے زیادہ ناساز ہے۔ احباب صحت کے لئے دعا فرمائیں

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کی طبیعت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ

مکرم خان بہادر چودھری ابوالہاشم خان صاحب کی علالت میں کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ احباب صحت کے لئے دعا فرمائیں ؛

کل بعد نماز عصر مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری "برکات خلافت" کے موضوع پر

خطبہ جمعہ

احمدیت کی اشاعت کیلئے اپنے آپکو اور اپنی اولاد کو وقف کرنا رضائے الٰہی حاصل کرنیکا ذریعہ ہے

اپنے بچے خدمت دین کے لئے پیش کرنیوالے یقیناً قیامت کے دن سرخرو ہونگے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۲ ماہ شہادت ۱۳۲۵ ہش مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۴۶ء

مرتبہ: مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

قادیان کے اور باہر کے سکولوں کے امتحانات یا تو ہو چکے ہیں یا عنقریب ختم ہونے والے ہیں۔ ہم نے یہ قانون پاس کیا ہوا ہے کہ

مدرسہ احمدیہ میں مڈل پاس لڑکے لئے جائیں اور چار سال میں وہ مدرسہ احمدیہ کا ابتدائی کورس پاس کر کے پھر جامعہ احمدیہ میں داخل ہوں۔

میں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ ہماری جماعت جس حد تک پہنچ چکی ہے، وہ ایک ایسا مقام ہے۔ جس میں درحقیقت ہمیں ہندوستان اور اس سے باہر تبلیغ کرنے کے لئے ایک سو مبلغ سالانہ کی ضرورت ہے۔ ایک سو مبلغ سالانہ کے معنے یہ ہیں۔ کہ اگر آج سے ایک سو مبلغ ہمیں حاصل ہوں۔ تو دس سال کے بعد ایک ہزار مبلغ ہم کو میسر آ سکتے ہیں۔ حالانکہ دنیا کی آبادی اور اس کی وسعت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ تعداد کچھ بھی چیز نہیں۔ درحقیقت دنیا میں صحیح طور پر تبلیغ کرنے کے لئے ہمیں اس سے بہت زیادہ مبلغین کی ضرورت ہے۔ مگر کم سے کم ہمارا پہلا قدم اتنا تو ہونا چاہیئے کہ ہم ہندوستان اور اس سے باہر تبلیغ کے لئے

ایڈیٹر: غلام نبی

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے شائع کیا۔

روزنامہ
خطبہ نمبر ۱۵
الفضل قادیان
یوم - چہار شنبہ
The ALFAZL QADIAN
ٹیلیفون نمبر ۳۳
رجسٹرڈ ایل نمبر ۵

جلد ۳۴ | یکم ... ۱۳۲۵ ہش | ۲۸ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ | یکم مئی ۱۹۴۶ء | نمبر ۱۰۲

خطبہ جمعہ

احمدیت کی اشاعت کیلئے اپنے آپکو اور اپنی اولاد کو وقف کرنا رضائے الٰہی حاصل کرنیکا ذریعہ ہے

اپنے بچے خدمت دین کے لئے پیش کرنیوالے یقیناً قیامت کے دن سرخرو ہونگے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۲ ماہ شہادت ۱۳۲۵ ہش مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۴۶ء

مرتبہ: مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-
قادیان کے اور باہر کے سکولوں کے امتحانات یا تو ہو چکے ہیں یا عنقریب ختم ہونے والے ہیں۔ ہم نے یہ قانون پاس کیا ہوا ہے کہ
مدرسہ احمدیہ میں مڈل پاس لڑکے لئے جائیں اور چار سالہ ہیں وہ مدرسہ احمدیہ کا ابتدائی کورس پاس کر کے پھر جامعہ احمدیہ میں داخل ہوں۔

میں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ ہماری جماعت جس حد تک پہنچ چکی ہے، وہ ایک ایسا مقام ہے۔ جس میں درحقیقت ہمیں ہندوستان اور اس سے باہر تبلیغ کرنے کے لئے ایک سو مبلغ سالانہ کی ضرورت ہے۔ ایک سو مبلغ سالانہ کے معنے یہ ہیں۔ کہ اگر آج سے ایک سو مبلغ ہمیں حاصل ہوں۔ تو دس سال کے بعد ایک ہزار مبلغ ہم کو میسر آسکتے ہیں۔ حالانکہ دنیا کی آبادی اور اس کی وسعت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ تعداد کچھ بھی چیز نہیں۔ درحقیقت دنیا میں صحیح طور پر تبلیغ کرنے کے لئے ہمیں اس سے بہت زیادہ مبلغین کی ضرورت ہے۔ مگر کم سے کم ہمارا پہلا قدم اتنا تو ہونا چاہیئے کہ ہم ہندوستان اور اس سے باہر تبلیغ کے لئے

مدینۃ المسیح

قادیان ۳۰ ماہ شہادت۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے [illegible] آج شام کی اطلاع منظہر ہے کہ [illegible] کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ

حضرت امّ المومنین مدظلہا العالی [illegible] طبیعت خراب [illegible] زیادہ [illegible] ہے۔ احباب صحت کے لئے دعا [illegible]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب [illegible] تعالیٰ کی طبیعت خدا تعالیٰ کے [illegible] فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ

مکرم خان بہادر چودھری ابوالہاشم خان صاحب کی حالت میں کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ احباب صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

کل بعد نماز عصر مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری "برکات خلافت" کے موضوع پر [illegible]

ایڈیٹر: غلام نبی

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے شائع کیا۔

ایک ہزار مبلغین

کا اندازہ رکھیں۔ اس وقت ہمارے ہندوستانی اور غیر ہندوستانی مبلغ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ ساٹھ ستر کے قریب تو افریقہ میں ہیں۔ اور پچیس کے قریب افریقہ کے علاوہ دوسرے ممالک میں ہیں۔ غیر ممالک میں جو مقامی مبلغ مقرر کر لئے جاتے ہیں۔ ان کی تعداد کا سوائے افریقہ کے کوئی صحیح اندازہ نہیں۔ بہرحال یہ ۸۵ کے قریب مبلغ تو باہر کے ہو گئے۔ ستر اسی کے قریب ہندوستان میں بھی ہمارے مبلغ موجود ہیں۔ اور پچاس کے قریب دیہاتی مبلغ تیار ہو رہے ہیں۔ ان سب کو اگر شامل کر لیا جائے۔ تو یہ تعداد دو سو کے قریب بن جاتی ہے۔ مگر ان

دو سو مبلغین

میں سے بھی اعلیٰ تعلیمیافتہ مبلغ بہت کم ہیں۔ وہ مولوی فاضل یا گریجوایٹ جن کو ہم نے باقاعدہ تعلیم دلوائی ہے۔ اگر ان سب کا اندازہ کیا جائے۔ تو وہ ساٹھ ستر سے زیادہ نہیں نکلیں گے۔ باقی سب ایسے ہی ہیں۔ جنہیں وقتی ضرورت کے ماتحت تبلیغ کے کام پر لگا لیا گیا ہے۔ جہانتک تبلیغ کے کام کا سوال ہے وہ اس کام کو بخوبی کر سکتے ہیں۔ مگر جہاں تک سلسلہ کے مسائل کو کما حقہ سمجھنے کا سوال ہے۔ وہ خود بھی ان مسائل کو کما حقہ نہیں سمجھ سکتے۔ کجا یہ کہ دوسروں کو سمجھانے کی قابلیت اپنے اندر رکھتے ہوں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا میں کوئی بھی جماعت ایسی نہیں ہو سکتی۔ جس کے تمام افراد علمی لحاظ سے ایک ہی سطح پر ہوں۔ ضرور ان میں سے کچھ زیادہ علم رکھنے والے ہوتے ہیں۔ اور کچھ کم علم رکھنے والے ہوتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضؓ

میں بھی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ان میں حضرت ابوبکر رضؓ بھی تھے۔ حضرت علی رضؓ بھی تھے۔ حضرت عمر رضؓ جیسے انسان بھی تھے۔ مگر ساتھ ہی بعض اس قسم کے بھی صحابہ رضؓ تھے۔ جو مسائل اسلامیہ کو کما حقہ سمجھنے کی استعداد اپنے اندر نہیں رکھتے تھے۔ چند موٹے موٹے مسائل سمجھ لیتے اور اسی پر وہ اکتفا کرتے تھے۔ جیسے حضرت بلال رضؓ تھے۔ یا فقہی مسائل کو سمجھنے کا مادہ اپنے اندر نہیں رکھتے تھے۔ گو ظاہری علم ان کا زیادہ تھا جیسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھے۔ بہرحال کسی جماعت میں بھی سارے افراد یکساں طور پر ترقی یافتہ نہیں ہوتے۔ ہمارے ملک میں بھی مثل مشہور ہے کہ

خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

یعنی خدا تعالےٰ نے انسان کی پانچ انگلیوں کو بھی برابر نہیں بنایا۔ ان میں بھی کوئی چھوٹی ہے اور کوئی بڑی مگر جہاں یہ حقیقت ہے کہ

کسی جماعت کے تمام افراد

علمی لحاظ سے ایک ہی سطح پر نہیں ہوتے۔ وہاں اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کچھ نہ کچھ سطح کا برابر ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالےٰ نے انسان کی پانچوں انگلیوں کو برابر نہیں بنایا۔ لیکن اگر ایک انگلی بغل کے پاس ہوتی۔ اور ایک انگلی ہاتھ کے سرے پر تو کیا تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ اس فلسفہ کے ماتحت کہ خدا نے پانچ انگلیوں کو برابر نہیں بنایا۔ بغل والی انگلی ہتھیلی کے ساتھ والی انگلی سے مل کر کوئی کام کر سکتی۔ یقیناً وہ کوئی کام نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ پہلی صورت میں انگلیوں میں فرق تو ہے مگر زیادہ فرق نہیں۔ اور دوسری صورت میں دونوں انگلیوں کے درمیان اتنا بڑا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ وہ کسی صورت میں بھی آپس میں مل کر کام نہیں کر سکتیں پس دو چیزوں میں فرق تو بے شک ہوتا ہے۔ مگر وہ فرق ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ کہ بڑی چیز اپنے آپ کو نیچا کر سکے اور نیچے والی چیز اپنے آپ کو اونچا کر سکے۔ چنانچہ دیکھ لو۔ خدا تعالےٰ نے

پانچوں انگلیاں

بے شک برابر نہیں بنائیں۔ مگر لقمہ اٹھاتے اور منہ میں ڈالتے وقت وہ پانچوں انگلیاں برابر ہو جاتی ہیں۔ بڑی انگلی نیچے جھک جاتی ہے۔ اور چھوٹی انگلی اونچا ہونے کی کوشش کرتی ہے اور اس طرح ساری انگلیاں باوجود آپس میں فرق رکھنے کے برابر ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جماعتوں کے افراد میں اگر باہمی فرق اتنا زیادہ ہو۔ کہ وہ آپس میں مل ہی نہ سکیں۔ ایک زمین کی کہتا ہو۔ اور دوسرا آسمان کی۔ تو ایسی جماعت کبھی عمدگی سے کام نہیں کر سکتی۔ ہاں اگر فرق تو ہو۔ لیکن وقت آنے پر اوپر کے درجہ والا نیچے جھک جائے اور چھوٹے درجے والا اوپر اٹھنے کی کوشش کرے۔ تو وہ جماعت

یقیناً کامیاب

ہو جاتی ہے۔ جیسے ایک بچہ کو جب باپ پیار کرنے لگتا ہے۔ تو ایک طرف بچہ اپنی ایڑیوں کے بل کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور دوسری طرف باپ اس کو پیار کرنے کے لئے نیچے کی طرف جھکتا ہے۔ لیکن اگر بچے کا قد چیونٹی کے برابر ہوتا تو تم سمجھ سکتے ہو کہ نہ باپ اس قدر نیچے جھک سکتا اور نہ بچہ اس قدر اونچا ہو سکتا۔ کہ وہ اپنے باپ کے پیار کو حاصل کر سکتا۔ اتنا بڑا فرق جب بھی پیدا ہو جائے۔ قومی ہلاکت اور تباہی کا موجب بن جاتا ہے۔ اور جب کسی جماعت کے افراد کے اندر اتنا بڑا فرق سخت مضر ہوتا ہے۔ تو مبلغین کے اندر اگر اسی قسم کا تفاوت پیدا ہو جائے۔ تو وہ کیوں مضر نہیں ہوگا۔ بہرحال جب تک ہماری ساری جماعت علمی معیار کے لحاظ سے بلندی تک نہیں پہنچ جاتی۔ اور جب تک ہماری جماعت موجودہ علمی حالت سے کئی گنا زیادہ ترقی حاصل نہیں کر لیتی اس وقت تک ہمیں اور بھی زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ

بڑے بڑے علماء ہماری جماعت میں

ہر وقت تیار رہیں۔ اور اتنی بڑی تعداد میں رہیں۔ کہ جماعت کو ضرورت کے وقت وہ آسانی کے ساتھ سنبھال سکیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے۔ یا اتنی بڑی تعداد میں اپنی جماعت میں علماء پیدا نہیں کریں گے کہ وہ ضرورت کے وقت جماعت کو سنبھال سکیں اس وقت تک ہر ٹھوکر کے وقت جماعت کے گرنے کا خطرہ ہوگا۔ اور علمی لحاظ سے بھی جماعت کبھی اتنی ترقی نہیں کر سکے گی ۔۔۔رت کے وقت اس کے افراد اپ کو مضبوط ہیں اور جماعتی بوجھ کو اپنے کندھوں آگے بڑھالیں۔ پس ضروری ہے۔ کہ جماعت کے پراگرس کے ساتھ ہی علماء کی تعداد بھی ہماری بڑھتی میں بڑھتی چلی جائے۔ اس وقت جماعتی جماعت میں

ہمارے ۔۔۔ پیدا کرنے کا ذریعہ

علماء مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ ہے۔ اس میں ۔۔۔ شبہ نہیں۔ کہ ایک زمانہ ایسا بھی کوئی ۔۔۔ والا ہے۔ جب ہماری ضروریات کے ۔۔۔ صرف مرکزی مدارس ہی نہیں۔ ۔۔۔ ہندوستان کے کالج اور سکول بھی کافی نہیں ہوں گے۔ اور ہمیں دنیا کے گوشہ گوشہ میں

۔۔۔ مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ

قائم کرنے پڑیں گے۔ بلکہ ہر بر اعظم میں ۔۔۔ ایک بہت بڑی یونیورسٹی قائم کرنی ہمیں ۔۔۔ گی۔ جو دینیات کی تعلیم دینے والی ۔۔۔ اور جس سے تبلیغ کو زیادہ سے زیادہ ۔۔۔ کیا جا سکے مگر جب تک ہمارا یہ خواب ۔۔۔ نہیں ہوتا۔ اور جب تک ہمیں ایسے ۔۔۔ میسر نہیں آتے۔ اس وقت تک ہمیں ۔۔۔ کم اتنا تو کرنا چاہیئے۔ کہ خدا تعالےٰ نے ۔۔۔ اس جگہ جو مدرسہ عطا فرمایا ہے۔ اور جو ہمیں ۔۔۔ عت میں

علماء پیدا کرنے کا واحد ذریعہ

ہے۔ اس کی ترقی کے زیادہ سے زیادہ سامان ۔۔۔ کریں۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ ہماری جماعت نے اس مدرسہ کی طرف ابھی تک پوری توجہ نہیں کی۔ میں نے پچھلے سال جماعت کو مدرسہ احمدیہ کی طرف توجہ دلائی تھی۔ جس کے نتیجہ میں ۔۔۔ جماعت میں بیداری پیدا ہوئی۔ اور جماعت ۳۰ - ۳۲ کے قریب لڑکے

مدرسہ احمدیہ کی پہلی جماعت میں شامل ہوئے۔ گو ۔۔۔ سال میں یہ تعداد کچھ کم ہو گئی۔ کیونکہ بعض لڑکے دور ۔۔۔ تھے جنہیں ماں باپ نے واپس بلا لیا اور ایسے لڑکے ایسے تھے جو خود ہی بھاگ گئے۔ اس طرح بعض ۱۰ کے قریب تعداد میں کمی واقع ہو گئی۔ مگر پھر بھی ۸ ۔۔۔ تعداد باقی رہی وہ پہلے سالوں کے مقابلہ ۔۔۔ بہت زیادہ تھی۔ پہلے ہر سال صرف تین چار ۔۔۔ لڑکے مدرسہ میں داخل ہوتے تھے۔ مگر اس تحریک ۔۔۔ نتیجہ میں قریباً تیس بتیس ۳۲ ہو گئے۔ ان کے ۔۔۔ سے اگر ۲۵ - ۲۶ لڑکے بھی پاس ہو ۔۔۔ گئیں۔ تو اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہمیں ۔۔۔ سے چند سال کے بعد ۲۵ - ۲۶ مبلغ آ ۔۔۔

سنے شروع ہو جائینگے۔ یہ حالت پہلی حالت سے یقیناً بہتر ہے۔ کیونکہ پہلے یہ تعداد دو تین پر آکر رک چکی تھی۔ مگر اب پھر یہ تعداد بڑھتے بڑھتے ۲۵ - ۲۶ تک پہنچ گئی ہے۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ گو باقی تمام پنجاب کی نسبت ہمارے علماء بہت زیادہ ہیں۔ پھر بھی

ہماری ضروریات کے لحاظ سے

یہ تعداد بہت کم ہے۔ سارے پنجاب میں جس قدر مولوی فاضل پاس ہوتے ہیں۔ ان میں سے چالیس فی صدی احمدی ہوتے ہیں۔ مگر یہ نسبت بھی ایسی ہے۔ جس میں ہم پہلے مقام سے اب گر گئے ہیں۔ پہلے یہ حالت ہوا کرتی تھی۔ کہ احمدی اگر اسی فی صدی ہوتے تھے تو غیر احمدی بیس فیصدی ہوتے تھے۔ آہستہ آہستہ ہماری تعداد گرتی گئی۔ اور ان کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ گویا دونوں طرف سے فرق پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ ہماری طرف سے مولوی فاضل کا امتحان دینے والے کم ہوتے چلے گئے۔ اور ان کی طرف سے مولوی فاضل کا امتحان دینے والے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہم ۸۰ فی صدی سے گر کر چالیس فیصدی پر آ گئے۔ اب میری طرف سے جو تحریک کی جا رہی ہے کہ دوستوں کو اپنے بچے مدرسہ احمدیہ میں داخل کرنے چاہئیں۔ اگر یہ تحریک کامیاب طور پر جاری رہے۔ تو امید کی جا سکتی ہے کہ چند سالوں میں ہی ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے پچاس ساٹھ بلکہ ۷۰ فیصدی تک پہنچ سکتے ہیں بہر حال گو تعداد ہماری زیادہ ہے۔ مگر کام کرنے والوں کے لحاظ سے یہ تعداد زیادہ نہیں، ہماری جماعت میں سے پچاس ساٹھ طلباء مولوی فاضل کے امتحان میں ہر سال ضرور کامیاب ہونے چاہئیں۔ بلکہ

پچاس ساٹھ مولوی فاضل بھی بہت کم ہیں

کیونکہ ہماری ضروریات اس سے زیادہ ہیں۔ پھر ہمارے سامنے ترقی کا جو وسیع پروگرام ہے اس کے لحاظ سے قطعی طور پر علم کا یہ معیار کافی نہیں سمجھا جا سکتا۔ جو اس وقت ہماری جماعت میں پایا جاتا ہے۔ جب تک صرف احمدیت کو سمجھنے کا سوال تھا۔ جب تک احمدیت کو سمجھ کر لوگوں کے کانوں تک اس کی آواز کو پہنچانے کا سوال تھا۔ اس وقت تک ہمیں اور قسم کے علوم کی ضرورت تھی۔ اگر ہم قرآن کریم کو سمجھ سکتے۔ اور دوسروں کو سمجھا سکتے تھے۔ اگر ہم احمدیت کو سمجھ سکتے۔ اور دوسروں کو سمجھا سکتے تھے۔ تو یہ بات ہمارے لئے کافی تھی۔ کیونکہ احمدیت کی غرض اس سے پوری ہو جاتی تھی۔ لیکن

اگر ہم نے دنیا میں باہر نکلنا ہے

اگر ہم نے عرب علماء سے بھی ٹکر لینی ہے اور اگر مروجہ علوم کے بڑے بڑے ماہرین کا ہم نے مقابلہ کرنا ہے۔ تو پھر لازمی طور پر ہمیں اپنے ظاہری علوم کا معیار بھی بڑھانا پڑیگا۔ ہم جس قسم کے علماء تیار کرتے رہے ہیں۔ یا تیار کر سکتے تھے وہ ایسے ہی تھے کہ جہاں علمی لحاظ سے وہ قرآن کریم اور احادیث کو علماء ازہر سے بہتر سمجھتے تھے۔ وہاں اگر عربی زبان میں گفتگو کرنے کا سوال آ جاتا تھا یا بعض خاص قسم کی اصطلاحات کا سوال آ جاتا تھا۔ تو دوسرے لوگ ہمارے علماء سے بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اور چونکہ عام طور پر لوگ ظاہر کی طرف دیکھتے ہیں۔ مغز کیطرف ان کی نظر نہیں جاتی اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ ظاہر ایک بیرونی چیز ہے۔ جس کی طرف ہر شخص کی نگاہ فوراً اٹھنے لگتی ہے۔ اور مغز اندر کی طرف ہوتا ہے جسے ظاہر بین نگاہ نہیں دیکھتی۔ اس لئے وہ لوگ جو

ظاہری علوم کے دلدادہ

تھے۔ ہمارے مبلغین سے پوری طرح متاثر نہیں ہوتے تھے۔ اب چونکہ ہم نے ان علاقوں میں بھی اشاعت احمدیت کے لئے اپنی کوششوں کو تیز تر کرنا ہے اس لئے ہمیں پہلے سے بہت زیادہ علماء کی ضرورت ہے۔ اور ہمیں اس امر کی بھی ضرورت ہے۔ کہ ہم اپنی جماعت کے ایک طبقہ کو زیادہ اعلیٰ درجہ کے علمی معیار پر پہنچا سکیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ باطنی طور پر ان کو اعلیٰ معیار پر پہنچانا ہمارے قبضہ میں ہے۔ لیکن ظاہری طور پر اعلیٰ معیار پر پہنچانا اس وقت دوسروں کے قبضہ میں ہے۔ اور ہم اس وقت تک اس رو کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جب تک ہماری جماعت میں بھی ایسا طبقہ موجود نہ ہو۔ جو ظاہری علوم کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کے معیار کو حاصل کئے ہوئے ہو۔ پس ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس معیار پر جلد سے جلد پہنچیں اور ہماری جماعت میں اعلیٰ درجہ کے علوم کے ماہرین کی ایک کافی تعداد پیدا ہو جائے۔ تا کہ ہماری جماعت میں

نئے علماء کی ضرورت کا سوال

بہت حد تک حل ہو جائے۔

مجھے معلوم نہیں کہ اس وقت تک کے جماعت کے لوگوں نے میری تحریک پر کیا توجہ کی ہے۔ اصل طریق یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی تحریک کی جائے۔ تو اس کے نتائج سے امام کو آگاہ رکھا جائے۔ کیونکہ تمام کام

امام کی آواز

پر ہوا کرتا ہے۔ میں نے اخبارات میں مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر اور جامعہ احمدیہ کے پرنسپل کیطرف سے اس قسم کے اعلانات تو دیکھے ہیں۔ کہ دوستوں کو اپنے لڑکے یہاں تعلیم کے لئے بھجوانے چاہئیں۔ مگر مجھے کسی نے بتایا نہیں۔ کہ اس بارہ میں لڑکوں کیطرف سے کوئی درخواستیں آئی ہیں یا نہیں اور اگر آئی ہیں تو کتنی ہیں۔ اگر مجھے بتایا جاتا تو میں اندازہ لگا سکتا کہ حالات امید افزا ہیں یا مایوس کن۔ بہر حال میرا فرض ہے کہ میں چند سال تک متواتر جماعت میں بیداری پیدا کرتا چلا جاؤں یہاں تک کہ لوگوں پر اس کی اہمیت واضح ہو جائے۔ اور وہ خود بخود اس طرف توجہ کرنا شروع کر دیں

اس سال پھر

میں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اپنے بچوں کو دین کی خدمت کے لئے پیش کریں۔ میں نے بتایا تھا کہ ان کے دو ہی مالک ہے۔ ایک سچا مالک ہے اور ایک جھوٹا مالک ہے ایک خدا ان کا مالک ہے اور ایک شیطان ان کا مالک ہے۔ تم مجبور ہو اس بات پر کہ بہر حال ان دو میں سے ایک کے سپرد اپنی اولاد کو کر دو۔ اگر تم کسی کے سپرد نہیں کرو گے تو بہر حال تمہاری اولاد یا خدا کیطرف چلی جائیگی یا شیطان کیطرف چلی جائیگی۔ اگر تم اپنی اولاد کو خدا کے سپرد نہیں کرو گے تو یقیناً وہ شیطان کے قبضہ میں چلی جائیگی۔ اور اپنی اولاد کو خدا کے سپرد کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے پاس ہر وقت اتنے علماء موجود ہیں۔ جو خدا تعالےٰ کی آواز کو ہر احمدی اور ہر غیر احمدی کے کان میں ڈالتے رہیں۔ جب تک ہماری آواز دنیا میں چاروں طرف پھیل نہیں جاتی اور جب تک ایسا ماحول پیدا نہیں ہو جاتا کہ احمدیت اس میں زندہ رہ سکے۔ اس وقت تک ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہمارا

صرف بیج بو دینا کافی نہیں

بلکہ اس بیج کے لئے مناسب ماحول کی بھی ضرورت ہے۔ دنیا میں خالی بیج کافی نہیں ہوتا بلکہ بیج کے نشوونما کے لئے زمین کی بھی ضرورت ہوتی ہے ہوا کی بھی ضرورت ہوتی ہے پانی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ ساری چیزیں ملکر نتیجہ پیدا کرتی ہیں۔ صرف اتنا کافی نہیں ہوتا۔ کہ بیج بو دیا۔ اور اٹھ کر گھر چلے آئے۔ اسی طرح ایک احمدی کا جب تک

ماحول بھی احمدی

نہ ہو۔ اسکی احمدیت دائمی طور پر زندہ نہیں رہ سکتی۔ احمدیت کی زندگی کی یہی صورت ہے، کہ ایک احمدی بچہ جن بچوں کے ساتھ کھیلتا ہے وہ یا تو احمدیت قبول کرنے والے ہوں یا احمدیت کی آواز سے متاثر ہوں۔ جن استادوں سے وہ تعلیم حاصل کرتا ہے۔ وہ یا تو احمدی ہوں یا احمدیت کی آواز سے مرعوب ہوں جن دفاتر میں وہ کام کرنے کے لئے جاتا ہے۔ ان میں کام کرنے والے اور اسکے دائیں بائیں اور اردگرد بیٹھنے والے یا تو احمدی ہوں یا احمدیت کی آواز سے مرعوب ہوں۔ جن بازاروں میں وہ سودا سلف لینے کے لئے جاتا ہے۔ ان بازاروں میں تاجر اور دوکاندار یا تو احمدی ہوں یا احمدیت کی آواز سے مرعوب ہوں۔ اسی طرح وہ اہل حرفہ اور اہل پیشہ جو اسکے گھر پر کام کرنے کے لئے آتے ہیں یا یہ ان کے گھر پر کام کرانے کیلئے جاتا ہے

یا تو احمدی ہوں یا احمدیت کی آواز سے متاثر ہوں۔ اگر ایک مزدور اس کے گھر پر مزدوری کے لئے آتا ہے یا یہ اس کے پاس کسی کام کے سلسلہ میں جاتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ مزدور احمدی ہو یا احمدیت سے متاثر ہو۔ اگر ایک سقہ اس کے مکان پر پانی ڈالنے کے لئے آتا ہے یا یہ کہ اس کے مکان پر یہ کہنے کے لئے جاتا ہے کہ میرے گھر میں پانی ڈال دیا کرو تو وہ یا تو احمدی ہو یا احمدیت کی آواز سے متاثر ہو۔ اسی طرح ایک نائی اس کے پاس حجامت بنانے کے لئے آتا ہے یا یہ اس کے پاس حجامت بنوانے کے لئے جاتا ہے یا ایک درزی اس کے پاس کپڑوں کی سلائی لینے کے لئے آتا ہے یا یہ اس درزی کے پاس کپڑوں کو سلانے کے لئے جاتا ہے یا ایک دھوبی اس کے پاس کپڑے لینے کے لئے آتا ہے یا یہ دھوبی کے پاس کپڑے دینے کے لئے جاتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ نائی اور وہ درزی اور وہ دھوبی یا تو احمدی ہو یا احمدیت کی آواز سے متاثر ہو۔ یا مثلاً ایک لوہار کسی کام کے لئے اس کے پاس آتا ہے یا یہ اس لوہار کے پاس جاتا ہے۔ یا ایک ترکھان اس کے مکان کی مرمت کے لئے آتا ہے یا یہ اس ترکھان کے مکان پر جاتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ لوہار اور ترکھان یا تو احمدی ہوں یا احمدیت کی آواز سے مرعوب ہوں۔ جب تک ہم اپنے اردگرد کے ماحول کو بھی احمدی نہیں بنا لیتے۔ جب تک ہمارے دائیں اور ہمارے بائیں کام کرنے والے احمدی نہیں بن جاتے یا احمدیت کی آواز سے مرعوب نہیں ہو جاتے اس وقت تک لازماً کان میں

دو قسم کی آوازیں

پڑتی رہیں گی اور دو قسم کی آوازیں ہمیشہ انسان کو یا تو گمراہ کر دیتی ہیں اور یا اس میں ہسٹیریا کا مرض پیدا کر دیا کرتی ہیں۔ پرانے زمانہ میں لوگ کہا کرتے تھے کہ دو کشتیوں میں قدم رکھنے والا سلامت نہیں رہ سکتا۔ یہ بھی صحیح ہے لیکن اس سے بھی زیادہ صحیح وہ حقیقت ہے جو موجودہ زمانہ میں علم النفس کے ماہرین نے ثابت کی ہے اور وہ حقیقت یہ ہے کہ دو قسم کی آوازوں کا کان میں پڑنا دو کشتیوں میں قدم رکھنے سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ کشتیاں ادھر ادھر ہوں تو زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ انسان کی ٹانگیں چر جائیں۔ لیکن جس شخص کے کان میں ہمیشہ دو قسم کی آوازیں آتی رہیں گی وہ یقیناً پاگل ہو جائے گا۔ اور کسی شخص کا مر جانا اس سے ہزار درجہ بہتر ہوتا ہے کہ وہ پاگل ہو کر زندہ رہے۔ پس

جب تک ہم اپنے ماحول کو درست نہیں کر لیتے

اس وقت تک ہماری اولادیں شیطانی حملوں سے کبھی محفوظ نہیں رہ سکتیں۔ ہم خود انہیں دھکے دے کر شیطان کی گود میں ڈالنے والے ہوں گے۔ پس ضرورت اس امر کی ہے کہ ہماری جماعت میں اس کا احساس پیدا ہو اور جن لوگوں کو خدا تعالیٰ توفیق عطا فرمائے وہ اپنی اولادوں کو دین کی خدمت کے لئے وقف کریں

اس وقت تک امراء

اس تحریک میں حصہ لینے سے بہت حد تک محروم چلے آ رہے ہیں۔ اور انہوں نے بہت ہی کم بچے دین کی خدمت کے لئے وقف کئے ہیں۔ اگر ہم شمار کریں تو غرباء تو درجنوں کی مقدار میں ایسے نکل آئیں گے جنہوں نے اپنے بچوں کو خدمت دین کے لئے اس رنگ میں وقف کیا۔ لیکن اگر امراء کو گننے لگیں تو وہ دو چار سے زیادہ نہیں نکل سکیں گے۔ یہ ایک ایسا نمونہ ہے جسے دشمن کے سامنے پیش کر کے ہم اس پر اپنی فوقیت یا دینی قربانیوں کی عظمت ثابت نہیں کر سکتے

غرباء کا نمونہ

اگر ہم پیش بھی کریں تو وہ کہہ دے گا کہ یہ بھوکے مرتے تھے۔ ان کے پاس اپنی تعلیم کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ جماعت نے وظائف مقرر کر دیئے اور وہ پڑھتے چلے گئے۔ اس میں انہوں نے قربانی کونسی کی ہے۔ اس وقت ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم غلط کہتے ہو۔ انہوں نے جو کچھ کیا ہے

اخلاص اور ایمان کے تحت

کیا ہے۔ کیونکہ اخلاص اور ایمان ایک ایسی چیز ہے جو ہم کسی کو دکھا نہیں سکتے۔ اگر وہ سارے کے سارے اخلاص سے کام لینے والے ہوں۔ سارے کے سارے ایمان کا اعلیٰ مقام رکھتے ہوں تب بھی دشمن کے مقابلہ میں کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ بے شک ہم نے ان کے لئے اپنا روپیہ خرچ کیا ہے۔ لیکن اگر ہم روپیہ خرچ نہ کرتے تب بھی ان لوگوں میں ایسا اخلاص تھا کہ وہ ضرور قربانی کرتے اور اپنے بچوں کو بہرحال اس مدرسہ میں داخل کرتے یہ ایک دل کی بات ہو گی جسے ہم ثابت نہیں کر سکیں گے۔ اور ہمیں اپنے دشمن کے مقابلہ میں ضرور خاموش ہونا پڑے گا۔ اور یا پھر یہ ماننا پڑیگا۔ کہ احمدیت نے غریبوں میں تو اخلاص پیدا کیا ہے۔ لیکن امیروں میں پیدا نہیں کیا۔ وہ کہے گا تم میں کھاتے پیتے لوگ بھی تھے۔ اگر احمدیت نے لوگوں کے دلوں میں واقعہ میں اخلاص پیدا کیا تھا۔ تو وجہ کیا ہے۔ کہ جو لوگ کھاتے پیتے ہیں انہوں نے اپنی اولادیں دین کی خدمت کے لئے وقف نہیں کیں۔ میں جانتا ہوں۔ کہ ہم اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ مگر میں یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ ہم اس کا جواب دے کر دشمن کو ساکت نہیں کر سکتے۔ ہم سرخرو ہو کر اس کے سامنے سے نہیں اٹھ سکتے

ہمیں ضرور شرمندگی اٹھانی پڑیگی

ہمارے جسم پر ضرور پسینہ آ جائے گا۔ ہماری زبان ضرور لڑکھڑانے لگ جائیگی۔ اور ہمارا دل ضرور دھڑکنے لگ جائیگا۔ کیونکہ یہ وہ بات ہے۔ جس کے متعلق ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم اس کا سو فی صدی درست جواب دے سکتے ہیں۔ آخر جماعت اس کے معنے تو نہیں کہ اس کے غریب اچھے ہوں یا جماعت اس کے معنے تو نہیں کہ اس کے امیر اچھے ہوں یا جماعت اس کے معنے تو نہیں کہ اس کے مرد اچھے ہوں۔ یا جماعت اس کے معنے تو نہیں کہ اس کی عورتیں اچھی ہوں یا جماعت اس کے معنے تو نہیں کہ اس کے بچے اچھے ہوں۔ یا جماعت اس کے معنے تو نہیں کہ اس کے متوسط الحال لوگ اچھے ہوں۔ یا جماعت اس کے معنے تو نہیں کہ اس کے علماء اچھے ہوں۔ یا جماعت اس کے معنے تو نہیں کہ اس کے جہلاء اچھے ہوں۔ بلکہ

جماعت اس کے معنے ہیں

کہ اس کا ہر گروہ بحیثیت جماعت اچھا ہو۔ وہی جماعت اچھی کہلا سکتی ہے جس کے امراء بھی بحیثیت جماعت اچھے ہوں۔ شاذ و نادر کے طور پر اگر ان میں سے کوئی بگڑا ہوا ہو تو یہ اور بات ہے۔ ورنہ

صحیح معنوں میں جماعت

وہی کہلا سکتی ہے۔ جس کے عام طور پر امراء بھی اچھے ہوں۔ اور جس کے عام طور پر غرباء بھی اچھے ہوں۔ جس کے عام طور پر علماء بھی اچھے ہوں۔ اور جس کے عام طور پر جہلاء بھی اچھے ہوں۔ جس کے عام طور پر مرد بھی اچھے ہوں۔ اور جس کی عام طور پر عورتیں بھی اچھی ہوں۔ جس کے عام طور پر بچے بھی اچھے ہوں۔ اور جس کے عام طور پر بوڑھے بھی اچھے ہوں۔ اگر کسی جماعت کا کسی ایک گروہ پر اثر پڑتا ہے۔ دوسروں پر نہیں تو وہ یقیناً

آسمانی جماعت

نہیں کہلا سکتی۔ اس لئے کہ وہ محدود اثر رکھنے والی ہو گی۔ وہ قومی جماعت تو کہلا سکتی ہے مگر خدائی نہیں۔ خدائی جماعت وہ ہوتی ہے۔ جو ہر گروہ کو مخاطب کرتی اور اپنے ہر مخاطب کو اپیل کرتی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ

انبیاء کی جماعت غرباء کی جماعت

ہوتی ہے۔ مگر اس کے صرف اتنے ہی معنے ہوتے ہیں۔ کہ انبیاء کی جماعتوں میں غرباء کثرت سے شامل ہوتے ہیں۔ یہ معنے نہیں ہوتے کہ امراء ان میں شامل ہی نہیں ہوتے۔ چنانچہ دیکھ لو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو لوگ ایمان لائے وہ محض غرباء میں سے نہیں آئے۔ بلکہ امراء میں سے بھی آئے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ بھی آئے۔ حضرت عثمانؓ بھی آئے۔ اور یہ دونوں مالدار تھے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ بھی مالدار خاندان میں سے تھے

یہی حال حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کا تھا کہ وہ بھی اچھے مالدار خاندانوں میں سے تھے۔ اسی طرح غرباء بھی آئے عورتیں بھی آئیں بچے بھی آئے بوڑھے بھی آئے جوان بھی آئے۔ غرض سب کے سب آئے جو ثبوت تھا اس بات کا کہ یہ کوئی خاص قسم کی پولٹیکل باڈی نہیں تھی اگر پولٹیکل باڈی ہوتی۔ تو انہی کی ہمدردی کھینچتی۔ جن کو فائدہ پہنچانے کے لئے وہ کھڑی ہوتی تھی۔ مگر چونکہ یہ مذہب تھا اور

مذہب کا تعلق ہر شخص کے ساتھ

ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں مرد بھی شامل ہوتے ہیں اور عورتیں بھی۔ امیر بھی شامل ہوتے ہیں اور غریب بھی۔ عالم بھی شامل ہوتے ہیں اور جاہل بھی۔ آزاد بھی شامل ہوتے ہیں اور غلام بھی۔ کیونکہ مذہب کا تعلق نہ امیر سے ہوتا ہے نہ غریب سے نہ بوڑھے سے ہوتا ہے نہ جوان سے نہ آزاد سے ہوتا ہے نہ غلام سے نہ عالم سے ہوتا ہے نہ جاہل سے بلکہ سب سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔ اور ہر شخص خواہش رکھتا ہے۔ کہ میں اس میں داخل ہو کر نجات حاصل کروں۔ مگر جو

قومی جماعت

ہوتی ہے۔ وہ چونکہ مخصوص لوگوں سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے سب لوگ اس میں شامل نہیں ہو سکتے۔ احمدیت بھی اسی وقت دنیا پر اپنا رعب اور اثر پیدا کر سکتی ہے۔ جب اس کا ہر طبقہ اپنے ایمان اور اخلاص کا ثبوت دے۔ محض غریبوں کا اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے پیش کر دینا یا ان کا اپنی اولادوں کو اسلام کی اشاعت کے لئے وقف کر دینا۔ اس بات کا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ احمدیت نے ہر طبقہ پر اپنا اثر ڈال لیا ہے۔ (۲) اس کے معنے یہ ہونگے۔ کہ ہماری جماعت کے امراء احمدیہ نظام کی خوبی کے پوری طرح قائل نہیں وہ ابھی

پرانے نظام کے ہی دلدادہ

ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں۔ کہ ان کے پلاؤ کھاتے بیٹے ہمیشہ پلاؤ ہی کھاتے رہیں۔ اور ان کے مخمل پہننے والے بچے ہمیشہ مخمل ہی پہنتے رہیں۔ چونکہ وہ احمدیہ نظام کو اس کے خلاف پاتے ہیں۔ اس لئے وہ اسلام کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو پیش کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ پس آج میں

ایک دفعہ پھر

جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اگر احمدیت ایک اچھی چیز ہے۔ اگر احمدیت کی اتباع فائدہ بخش ہے۔ اور اگر احمدیت کی اتباع انسان کو دین و دنیا میں سرخرو کرنے والی ہے تو امراء اور درمیانہ طبقہ کے لوگ مجھے بتائیں۔ کہ وہ اپنے بچوں کو اس عظیم الشان خدمت سے محروم کر کے ان کے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں یا دوستی اور کیا وہ اپنے بچوں کو اس طرف نہ بھیج کر اپنے ساتھ اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ محبت کر رہے ہیں یا ان پر

خطرناک ظلم

کر رہے ہیں۔ اگر احمدیت ایک اچھی ہے اور اگر احمدیت کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو وقف کرنا خدا تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ تو یقیناً قیامت کے دن خدا تعالےٰ کے حضور وہ لوگ سرخرو ہونگے جنہوں نے

اپنے بچے خدمت دین کے لئے

پیش کئے ہونگے۔ اور یقیناً وہ بچے بھی سرخرو ہونگے جنہوں نے اپنی زندگیاں اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے وقف کی ہونگی۔ اس کے مقابلہ میں وہ لوگ جنہوں نے

اپنی زندگیاں وقف کرنے میں کوتاہی

سے کام لیا ہوگا۔ وہ خدا تعالےٰ کے حضور شرمندہ ہونگے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی شرمندہ ہونگے۔ جنہوں نے نہ خود دین سیکھنے کی کوشش کی۔ اور نہ اپنی اولادوں کو دین کی خدمت کے لئے وقف کیا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر امراء اس طرف توجہ کریں تو انہیں بہت کچھ سہولت بھی ہے۔ وہ اپنی جائداد کا کچھ حصہ ایسی اولاد کے لئے وقف کر سکتے ہیں۔

کلکتہ کے ایک احمدی دوست

ہیں جنہوں نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ میرا ایک بچہ جس کو میں نے خدمت دین کے لئے پیش کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے لئے اپنی پچھتر ہزار کی ایک جائداد وقف کر دوں۔ تا کہ اس کی آمد اس کے کام آتی رہے۔ میں نے کہا یہ بہت عمدہ بات ہے۔ آپ ایسا ضرور کریں۔ لیکن میرے نزدیک زیادہ بہتر یہ ہے۔ کہ بجائے اس کے کہ آپ یوں کریں کہ اپنی اس جائداد کو ایک بچہ کے لئے وقف کر دیں۔ آپ اس جائداد کو اس رنگ میں وقف کریں۔ کہ آئندہ میری اولاد میں سے جو بھی اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے پیش کریگا۔ اس جائداد کی آمد اس کے لئے وقف رہے گی۔ اگر آپ اس طرح جائداد کو وقف کرینگے تو اس کا فائدہ صرف ایک نسل تک ہی محدود نہیں رہے گا۔ بلکہ آپ کی آئندہ آنے والی نسلیں بھی اس سے فائدہ اٹھا سکینگی۔ اب دیکھو یہ

کیسا اچھا طریق

ہے۔ جو اس دوست نے اختیار کیا۔ اور اگر ایک شخص ایسا کر سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے لوگ بھی ایسا نہ کریں۔ میں نے دیکھا ہے۔

حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ

بارہا فرمایا کرتے تھے کہ آخر وجہ کیا ہے کہ اگر کسی کے دو بیٹے ہوں اور ان میں سے ایک دنیا کمائے تو وہ اپنی کمائی کا ایک حصہ اپنے اس دوسرے بھائی کو نہ دے۔ جس نے دین کی خدمت کے لئے اپنے آپکو وقف کیا ہوا ہو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کی بڑی کثرت سے مثالیں ملتی ہیں یہاں تک کہ سب انصار نے یکدم اپنی ساری جائدادیں مہاجرین کو پیش کر دیں اور انہیں اپنے ساتھ شریک کر لیا۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لے گئے تو آپ نے انصار سے فرمایا کہ اے انصار! مہاجرین یہاں اجنبی ہیں باہر سے آئے ہوئے ہیں۔ اور یہاں ان کے کوئی رشتہ دار نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں آپس میں بھائی بھائی بنا دوں۔ چنانچہ آپ نے ایک ایک انصاری کو لیا۔ اور اسے ایک ایک مہاجر کے ساتھ وابستہ کر دیا اور کہا کہ لو اب تم بھائی بھائی بن گئے ہو۔ انہوں نے بھی اس اخوت کو اتنی اہمیت دی۔ کہ بعض نے اصرار کرنا شروع کر دیا۔ کہ آؤ ہم اپنی جائدادیں آپس میں تقسیم کر لیں۔ کیونکہ جب ہم آپس میں بھائی بھائی بن چکے ہیں۔ تو اب ان جائدادوں میں صرف ہمارا حصہ ہی نہیں بلکہ تمہارا حصہ بھی ہے۔

ایک شخص نے تو حد ہی کر دی

وہ اپنے مہاجر بھائی کو گھر لے گیا۔ اور کہا کہ میری دو بیویاں ہیں۔ اور تم ابھی کنوارے ہو۔ (اس وقت تک پردہ کا حکم ابھی نازل نہیں ہوا تھا) ان دونوں میں سے جو بھی تمہیں پسند ہو۔ میں اسکو طلاق دینے کے لئے تیار ہوں۔ تم اس سے شادی کر لو۔ یہ الگ بات ہے کہ اس شخص کا یہ جوش انتہائی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ نہ مہاجر نے ایسا کیا اور نہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے ایسا کرنے کے لئے کہا۔ مگر یہ بات ان کے اخلاص پر تو دلالت کرتی ہے۔ یہ بات بتاتی ہے کہ وہ کس طرح آپس میں بھائی بھائی بن گئے تھے۔ اور پھر کس طرح انہوں نے اپنی جائدادوں میں دوسروں کو شریک بنا لیا۔ اگر بغیر کسی جسمانی رشتے کے انصار اپنے مہاجر بھائیوں کو آدھا آدھا مال دینے کے لئے تیار تھے تو کیا

ایک ماں باپ سے پیدا ہونیوالے بیٹے

ایسا نہیں کر سکتے۔ کہ ان میں سے جو شخص دنیا کما رہا ہو وہ اپنی کمائی کا آدھا حصہ اپنے اس بھائی کو دے دیا کرے جس نے اسلام کی خدمت کے لئے اپنے آپکو وقف کیا ہوا ہو۔ وہاں تو صرف ایک ہی رشتہ تھا۔ یعنی انصار اور مہاجرین کے درمیان صرف روحانی رشتہ تھا جسمانی نہیں۔ پھر جہاں

جسمانی اور روحانی دونوں رشتے

ہوں وہاں ایک دوسرے کے لئے کس قدر قربانی کرنی چاہیئے۔ میں تو سمجھتا ہوں۔ اگر کسی باپ کے دو بیٹے ہوں۔ تو ان دونوں کا فرض ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنے باپ سے کہیں کہ اے ہمارے باپ آپ ہم میں سے جس کو چاہیں

دین کی طرف بھیج دیں۔ اور جس کو چاہیں دنیا کمانے پر لگالیں۔ ہم میں سے جو شخص دنیا کمائے گا۔ وہ اپنی کمائی کا آدھا حصہ ہمیشہ اس بھائی کو دے دیا کرے گا۔ جس نے دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا ہوگا۔ تاکہ اگر وہ کسی اور طرح دین کی خدمت نہیں کر سکتا۔ تو اسی رنگ میں حصہ لے کر اللہ تعالےٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرے۔ اگر

قربانی اور ایثار سے

کام لیا جائے۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ اس قسم کا عزم کر لینا کوئی مشکل بات نہیں اور اس کی مثالیں ہمیں اور قوموں میں بھی مل سکتی ہیں۔ چنانچہ ہندوؤں میں اس کی ایک موٹی مثال موجود ہے۔

لالہ ہنسراج صاحب پرنسپل ڈی اے۔ وی۔ کالج لاہور

جن کا ہندوؤں کی تعلیم میں سب سے زیادہ حصہ ہے۔ وہ غریب ماں باپ کے بیٹے تھے۔ ایسے غریب ماں باپ کے کہ ان کا تعلیم پانا بھی مشکل تھا۔ ان کا ایک بھائی ڈاکخانہ میں ملازم تھا اور وہی ان کو تعلیمی اخراجات دیتا تھا۔ چنانچہ اسی کی مدد سے انہوں نے کالج کی تعلیم حاصل کی۔ اسی دوران میں پنڈت دیانند صاحب کی یادگار میں ڈی۔ اے۔ وی کالج قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو قوم کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ چونکہ انہوں نے قومی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ ان کے بھائی نے کہا۔ کہ میں ہمیشہ ان کو اپنی آدھی تنخواہ دیتا رہونگا۔ تاکہ یہ قوم پر بوجھ نہ بنیں۔ چنانچہ لالہ ہنسراج صاحب ساری عمر ڈی۔ اے۔ وی کالج کے پرنسپل رہے۔ اور انہوں نے اسے ادنیٰ حالت سے بہت بڑی ترقی تک پہنچا دیا۔ مگر قوم سے وہ کوئی روپیہ نہیں لیتے تھے۔ ہمیشہ ان کا بھائی اپنی تنخواہ میں سے نصف روپیہ ان کو بھجوا دیا کرتا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعد میں اس کی تنخواہ زیادہ ہوگئی تھی۔ مگر بہرحال ایک ڈاکخانہ کے ملازم کی تنخواہ چار پانچ سو سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اس تنخواہ کا آدھا حصہ وہ برابر ان کو دیتا رہا۔ اور اسی پر ان کا گذارہ رہا۔ یہ درست ہے۔ کہ ہندوؤں کے پاس

روپیہ حاصل کرنے کے اور بھی ذرائع

ہوتے ہیں۔ چونکہ ہندو مالدار قوم ہے۔ اس لئے اگر کسی کے پاس تھوڑا سا روپیہ بھی ہو۔ تو قومی احساس رکھنے والے بینکروں کو وہ روپیہ دے کر ہزاروں روپے کی جائیدادیں پیدا کر لیتے ہیں۔ مسلمان ایسا نہیں کر سکتے۔ لیکن بہرحال ہندوؤں میں سے ایک شخص نے یہ مثال پیش کر دی۔ کہ وہ اپنے دوسرے بھائی کو جس نے قوم کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا۔ ساری عمر اپنی آدھی تنخواہ دیتا رہا۔ یہ وہ نمونہ ہے۔ جو سب سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ رضؓ نے مدینہ میں پیش کیا۔ جبکہ سارے شہر کے انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے آدھی آدھی جائیدادیں پیش کر دی تھیں۔ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ رضؓ یہ نمونہ دکھا سکتے ہیں۔ تو کیا وہی مثال

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ رضؓ کا مثیل

کہلانے والے احمدی اپنے نمونہ سے پیش نہیں کر سکتے۔ اور کیا آج ہر بھائی اپنے دوسرے بھائی کو یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ بھائی اگر تجھے دین کی خدمت کا شوق ہے۔ تو بے شک خوشی سے جا۔ اور یہ کام کر۔ میں ہمیشہ اپنی تنخواہ کا آدھا حصہ تجھے دیتا رہوں گا۔ تاکہ قوم پر تو بوجھ نہ بنے۔ اور اپنا کام عمدگی کے ساتھ کرتا رہے۔ میں سمجھتا ہوں ایک طرف ماں باپ کے دلوں میں یہ تحریک پیدا ہونی چاہیئے۔ کہ وہ اپنے بچوں کو اسلام کی خدمت کے لئے ادھر بھیجیں اور دوسری طرف خود بچوں کے دلوں میں یہ تحریک پیدا ہونی چاہیئے۔ کہ وہ اسلام کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ اور اپنے ماں باپ کو مجبور کریں۔ کہ وہ انہیں اس طرف بھیجیں۔ یہ ایمان کا معاملہ ہے۔ اور ایمان میں چھوٹے اور بڑے کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

جب دعوئے نبوت فرمایا

اور آپؐ نے تبلیغ شروع کی۔ تو لوگوں نے ہچکچانا اور بھاگنا اور اعراض کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے سوچ بچار اور غور و فکر کے بعد ایک دن لوگوں کی دعوت کی اور ارادہ فرمایا کہ جب یہ لوگ کھانا کھا چکیں گے تو میں انہیں اسلام کی تبلیغ کروں گا۔ چنانچہ وہ لوگ آئے۔ اور انہوں نے کھانا کھایا۔ مگر جب کھانے سے فارغ ہونے کے بعد آپ تقریر کرنے لگے۔ تو لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت ہی افسوس ہوا۔ کہ لوگوں کو سمجھانے کے لئے جو تدبیر اختیار کی گئی تھی وہ کارگر ثابت نہ ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت گیارہ سال تھی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپؐ نے ان کو پہلے کھانا کھلا دیا۔ اور تقریر بعد میں کی۔ اگر آپ پہلے تقریر کرتے اور انہیں کھانا بعد میں کھلاتے تو وہ کھانے کے انتظار میں ضرور بیٹھے رہتے اور آپ کی باتیں بھی سن لیتے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ یہ ہے تو بچہ مگر اسکی بات معقول ہے۔ چنانچہ آپ نے ان کی

پھر دعوت کی

جب وہ جمع ہو گئے۔ تو آپ نے کھانا تقسیم کرنے سے پہلے ان کو اسلام کا پیغام پہنچانا شروع کر دیا۔ روٹی کی خاطر وہ مجبوراً بیٹھے رہے۔ اور انہیں آپ کی باتیں سننی پڑیں۔ آپ نے بڑے زور سے تقریر کرنے کے بعد فرمایا۔ دیکھو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس وقت بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود اور ان کی ترقی کے لئے ایک عظیم الشان دروازہ کھولا گیا ہے۔ اب تمہارے لئے موقع ہے کہ تم آگے بڑھو۔ اور خدا تعالےٰ کی رضا کے اعلیٰ مدارج حاصل کرو۔ آج باقی ساری دنیا سے زیادہ تمہارے لئے ترقی کے دروازے کھلے ہیں۔ اور خدا نے تمہیں اپنے فضل سے

ایک بہت بڑا قیمتی موقع

عطا فرمایا ہے۔ اب تمہارا فرض ہے۔ کہ اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور ترقی کے سامانوں سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرو۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام تم کو پہنچا چکا ہوں۔ کیا تم میں سے کوئی سعید روح ہے۔ جو آگے بڑھے اور اللہ تعالےٰ کی آواز پر لبیک کہے۔ وہ لوگ جو اپنے دلوں میں یہی سوچ رہے تھے۔ کہ کھانا کب تقسیم ہوتا ہے۔ بلاوجہ ہمارا وقت کیوں ضائع کیا جا رہا ہے۔ وہ اس بات کا کیا جواب دے سکتے تھے۔ وہ خاموش رہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دو دفعہ پھر پوچھا۔ مگر جب کسی نے جواب نہ دیا۔ تو حضرت علی جو اس وقت گیارہ برس کے بچے تھے۔ کھڑے ہو گئے۔ اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ تو حقیقت یہ ہے۔ کہ

ایمان بچے اور بڑے میں کوئی فرق نہیں کیا کرتا

بہت سے نوجوان صحابہ رضؓ میں ایسے پائے جاتے ہیں۔ جن کے ماں باپ ان کے شدید ترین مخالف تھے۔ وہ بارہ بارہ چودہ چودہ اور پندرہ پندرہ سالوں کی عمر کے تھے۔ کہ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور جب انہوں نے دیکھا۔ کہ ہمارے ماں باپ ہمیں اس مذہب میں شامل ہونے سے روک رہے ہیں۔ تو انہوں نے اپنی ماؤں کو چھوڑ دیا۔ اپنے باپوں کو چھوڑ دیا۔ اور اپنے وطنوں کو چھوڑ دیا۔ اور غریب الوطنی کی زندگی بسر کی۔ اس کے بعد بھی جب انہوں نے دیکھا۔ کہ ابھی تک ہمارے ماں باپ کی اس دشمنی میں کوئی کمی نہیں آئی۔ جو وہ اسلام سے رکھتے ہیں۔ تو انہوں نے اپنے ماں باپ کی شکلیں تک دیکھنا گوارا نہ کیا۔ وہ گئے اور انہوں نے اسلام کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ پس یہ تحریک صرف بڑوں کے لئے نہیں

بچے بھی اس تحریک کے مخاطب ہیں

اگر ماں باپ اپنے بچوں کو دین کی خدمت کے لئے وقف کرنے کو تیار نہیں۔ اور بچوں کے دلوں میں ذاتی طور پر یہ جذبہ پایا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنی زندگی خدا تعالےٰ کی رضا کے حصول کے لئے قربان کر دیں

تو ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے پاس جائیں اور ان سے کہیں کہ اے ہمارے باپ یا اے ہماری ماں آپ ہمیں دین کی تعلیم کے لئے آزاد کر دیں۔ ہمیں دنیوی کاموں پر لگانے کا ارادہ آپ ترک کر دیں اور دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیں۔ اور اگر بچوں میں یہ تحریک پیدا نہ ہو تو ماں باپ کا فرض ہے کہ وہ خود اپنے بچوں پر زور ڈالیں اور انہیں کہیں کہ دنیوی تعلیم کو چھوڑ دو اور خدا کے دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کرو کیا پتہ کہ تم اپنی تعلیم کے مکمل ہونے تک زندہ بھی رہتے ہو یا نہیں مگر یہ وہ تعلیم ہے کہ اگر اس تعلیم کے حصول کے دوران میں بھی تم مر گئے تو تم مجاہد کہلاؤ گے ایک شخص جو مدرسہ ہائی یا تعلیم الاسلام کالج میں پڑھتا ہے بغیر اس نیت اور ارادہ کے کہ وہ اس تعلیم کے نتیجہ میں دین کی خدمت کریگا وہ اگر مر جاتا ہے پیشتر اس کے کہ اپنی تعلیم کو مکمل کرے تو وہ ایک ایسا بیج ہے جو ضائع گیا مگر وہ جو

دین کی خدمت کرنے کا ارادہ

رکھتا ہے۔ اور اس نیت سے تعلیم حاصل کر رہا ہے وہ اگر تعلیم کے دوران میں ہی مر جاتا ہے تو وہ ایسا بیج نہیں جو ضائع چلا گیا بلکہ ایک گٹھلی ہے جو یہاں سے نکالی گئی اور اگلے جہان میں بو دی گئی۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید

کے متعلق الہام ہوا کہ "کابل سے کاٹا گیا اور سیدھا ہماری طرف آیا" جب دنیا نے کابل کی سرزمین میں ان کی زندگی کا پودہ کاٹ کر پھینک دیا تو اللہ تعالیٰ ان کی روح کو لے کر اپنی جنت میں لے گیا اور اس نے قادیان کے باغ جنت میں ان کو داخل کر دیا۔ پس میں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ بڑے بھی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور چھوٹے بھی۔ اگر ماں باپ اپنے بچوں کو دین کی خدمت کے لئے وقف کرنے کو تیار نہ ہوں تو بچوں کو چاہیئے کہ وہ ان سے

روٹھ کر بیٹھ جائیں

اور کہیں کہ پہلے ہماری بات مانی جائے پھر ہم راضی ہوں گے۔ اگر بچے اپنے ماں باپ سے کپڑوں کے لئے روٹھ سکتے ہیں۔ اگر بچے اپنے ماں باپ سے کھانے پینے کی چیزوں کے لئے روٹھ سکتے ہیں اگر بچے اپنے ماں باپ سے جوتی اور بوٹ کے لئے روٹھ سکتے ہیں۔ اگر بچے اپنے ماں باپ سے روٹھ کر انہیں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابا جب تک آپ فلاں کپڑا مجھے خرید کر نہیں دیں گے میں کھانا نہیں کھاؤں گا یا اماں جب تک مجھے فلاں چیز نہ دی گئی میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ تو کیا وہ خدا اور اس کے رسول اور اس کے دین کے لئے اپنے ماں باپ سے روٹھ نہیں سکتے کیا وہ اپنے ماں باپ سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کرنے کا موقع دیا جائے ورنہ ہم روٹھے رہیں گے اور کوئی چیز نہ کھائیں گے نہ پئیں گے۔

ستیہ گرہ کے متعلق

کہا جاتا ہے کہ یہ گاندھی جی کی ایجاد ہے۔ حالانکہ ستیہ گرہ وہ چیز ہے جو بچوں نے آدم کے وقت سے ایجاد کی ہوئی ہے۔ گاندھی جی کی ستیہ گرہ تو ہم نے ۱۸ء یا ۱۹ء میں سنی ہے مگر ہم تو خود اپنے بچپن کے زمانہ میں کئی دفعہ ستیہ گرہ کیا کرتے تھے، بسا اوقات کسی بات پر خفا ہو کر ہم کھانا کھانا چھوڑ دیتے تھے اور گھر والے ہمیں منانے کی کوشش کرتے تھے۔ اس ستیہ گرہ میں کئی دفعہ ہم اپنی بات ماں باپ سے منوا لیا کرتے تھے اور کئی دفعہ گاندھی جی کی طرح ہم شکست کھا کر روزہ توڑ دیا کرتے تھے۔ بہر حال یہ ایک ایسی چیز ہے کہ دنیا میں ہمیشہ سے ہوتی چلی آئی ہے۔ پس اگر ماں باپ کے دلوں میں یہ رغبت نہیں پائی جاتی کہ وہ اپنے بچوں کو دین کی خدمت کے لئے پیش کریں تو کیوں بچے خود

صحن میں ستیہ گرہ

کر کے نہیں بیٹھ جاتے اور کیوں اپنے ماں باپ سے نہیں کہتے کہ آپ ہماری زندگیوں کو کیوں تباہ کرتے ہیں اور کیوں ہمیں خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے جانے نہیں دیتے۔ آخر کام تو سامانوں سے ہی ہوا کرتے ہیں روحانی کام ہوں یا جسمانی سب میں اسباب اور سامان ضروری ہوتے ہیں۔ اس قانون کے مطابق ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ روحانی ترقی کے اللہ تعالیٰ نے جو سامان پیدا کئے ہیں ان سے فائدہ اٹھائیں اور ان کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ہم ان سامانوں کو حاصل نہیں کرتے تو یقیناً ہم اپنی کامیابی کو دور پھینکتے چلے جاتے ہیں۔ خدائی کام تو بہر حال ہو کر رہیں گے اور اسلام دوسرے ادیان پر ضرور غلبہ حاصل کرے گا یہ وہ

خدائی تقدیر

ہے جو کبھی ٹل نہیں سکتی۔ لیکن اگر ہم اسلام کے غلبہ اور اس کی فتح کے دن کو ہر قسم کے اسباب سے کام لے کر اپنے قریب نہیں کر سکتے تو کم از کم ہمیں اس دن کو اور زیادہ دور تو نہیں کرنا چاہیئے۔ اس وقت ساری دنیا سے ہمیں آوازیں آ رہی ہیں اور لوگ پکار پکار کر ہم سے

اپنی ضروریات کا مطالبہ

کر رہے ہیں۔ اور یہ آوازیں اتنی کثرت اور اس قدر تواتر کے ساتھ آ رہی ہیں کہ ہم ان کا جواب دیتے دیتے تھک گئے ہیں۔ آدمی ہمارے پاس نہیں کہ ہم مختلف ممالک کو مہیا کر سکیں اور مطالبات ہیں کہ وہ روز بروز بڑھتے چلے جاتے ہیں

درجنوں آدمیوں کا افریقہ سے مطالبہ

ہو رہا ہے اور درجنوں آدمیوں کی دوسرے غیر ممالک میں ضرورت ہے۔ ابھی سماٹرا اور جاوا کے راستے کھلنے والے ہیں اور وہاں ہمیں درجنوں آدمی بھجوانے کی ضرورت ہو گی۔ ان علاقوں سے جو خطوط آئے ہیں ان میں دوستوں نے لکھا ہے کہ ہم نے اس جنگ میں اپنی آنکھوں سے وہ نظارے دیکھے ہیں جن کا قیامت کے متعلق پہلے ہم خیال کیا کرتے تھے۔ ان نظاروں کو دیکھنے کے بعد اب ہم سمجھتے ہیں کہ احمدیت کی اشاعت کے لئے

ہر قسم کی قربانی کرنا

ہمارے لئے آسان ہے۔ پہلے ہمیں پتہ نہیں تھا کہ دنیا کن کن حالات میں سے گذرنے والی ہے۔ لیکن اب جبکہ ان حالات کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے ہمیں اپنی زندگیاں بالکل حقیر معلوم ہوتی ہیں اور

دنیا کا عیش اور آرام

ہماری نگاہ میں بالکل بے حقیقت ہو گیا ہے۔ کیونکہ ہم چار سال تک ایک دوزخ میں رہے ہیں اور ہم نے وہ نظارے دیکھے ہیں جنہوں نے دنیا کی محبت ہم پر سرد کر دی ہے۔

یہ وہ ممالک ہیں جن میں رہنے والوں کے دل بالکل پھٹے ہوئے ہیں اور وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں زیادہ زور کے ساتھ اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کی جائے۔ چنانچہ اب جوں جوں رستے کھلتے چلے جائیں گے ہمیں ان ممالک کی طرف زیادہ سے زیادہ لوگ بھجوانے پڑیں گے اسی طرح یورپ اور دوسرے ممالک کے لئے بھی ہمیں درجنوں آدمیوں کی ضرورت ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں خود بخود ایسے سامان پیدا کر رہا ہے جو اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے نہایت خوش کن ہیں۔ اور آسمان سے ایک ایسی ہوا چل رہی ہے جو لوگوں کے قلوب کو صداقت کی طرف مائل کر رہی ہے۔

ایک طرف افریقہ کے حبشیوں میں سے

زیادہ سے زیادہ لوگ اسلام کے متعلق اپنی رغبت کا اظہار کر رہے ہیں تو

دوسری طرف عربوں میں

باوجود ان کی شدید مخالفت اور تکبر کے ایک طبقہ ایسا پیدا ہو رہا ہے جو احمدیت کے اصول کو درست سمجھتا اور اس کی تعلیم سے رغبت رکھتا ہے۔ ابھی گذشتہ دنوں ہماری جماعت کے ایک دوست مصر گئے تو انہوں نے

ازہر یونیورسٹی کے ایک بہت بڑے عالم

سے جو وہاں کے دانس پریذیڈنٹ اور مفتیوں کی مجلس کے صدر ہیں سوال کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ جو لوگ یہ دعوےٰ کرتے ہیں۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں وہ یہ دلائل دیتے ہیں آپ بتائیں کہ اصل حقیقت کیا ہے حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں۔ اس عالم نے بڑی دلیری سے جواب دیا کہ قرآن کریم سے تو یہی پتہ لگتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ نیز انہوں نے متوفیک کے معنوں کے متعلق لکھا کہ جہاں تک ہم عرب لوگ اس لفظ کی حقیقت کو سمجھتے ہیں توفی کے معنے قبض روح کے ہی ہیں۔ ان سے یہ بھی سوال کیا گیا تھا۔ کہ اگر

توفی کے معنے موت

کئے جائیں اور کہا جائے کہ قرآن کریم سے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت ہے تو اس سے احمدیہ جماعت کو تقویت پہنچیگی انہوں نے بڑی دلیری سے اس کے جواب میں لکھا۔ کہ مجھے احمدیت کے پھیلنے یا نہ پھیلنے سے کوئی غرض نہیں۔ اگر احمدیت پھیلتی ہے تو بیشک پھیل جائے قرآن کریم سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اب دیکھو یہ

کتنا دلیرانہ بیان

ہے کہ ہر قسم کی ملامت سے بے خوف ہو کر انہوں نے کہہ دیا کہ دنیا خواہ کچھ کہے حقیقت یہی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں کیونکہ قرآن کریم سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ غرض

ایک عظیم الشان تغیر

ہے جو دنیا میں پیدا ہو رہا ہے۔ اور ایک رَو ہے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے چلائی جا رہی ہے پچھلے سال

ازہر یونیورسٹی کے ایک بہت بڑے عالم نے بیعت کی

تھی اب تازہ اطلاع یہ آئی ہے کہ ازہر یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے والے چار طلباء احمدی ہو گئے ہیں مگر انہوں نے کہا ہے کہ ہمارے نام ابھی ظاہر نہ کئے جائیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں یہاں سے نکالدیا جائے ایک انگریز نو مسلم کی اطلاع ہے کہ چار نہیں چھ سات کے قریب طالب علم احمدی ہو چکے ہیں غرض اللہ تعالےٰ کے فضل سے ایک عظیم الشان رَو احمدیت کی تائید میں چل رہی ہے۔

ازہر وہ یونیورسٹی ہے

جہاں تعلیم حاصل کرنے والے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ دنیا میں کوئی شخص ان کو سکھانے والا نہیں ہو سکتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ پچھلے سال سے ایک عجیب تغیر پیدا ہو رہا ہے گذشتہ سال ایک شخص نے بیعت کی تھی اور اس سال چار طلباء نے بیعت کی ہے بلکہ انگریز نو مسلم کی روایت کے مطابق چھ سات طلباء احمدی ہو چکے ہیں۔ ممکن ہے اصل حقیقت یہ ہو کہ چار نے بیعت کی ہو اور دو تین بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ بہر حال یہ بڑھتی ہوئی رفتار بتا رہی ہے کہ علم کا وہ منبع جو دنیا میں چوٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے طلباء میں بھی یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ انہیں

اپنی روح کی تسکین کی ضرورت

ہے اگر ہم نے دین کا علم صحیح طور پر حاصل کرنا ہے اور اگر ہمارا مقصد خدا تعالےٰ کا قرب اور اس کی رضا کا حصول ہے تو یہ مقصد احمدیت کے سوا اور کہیں حاصل نہیں ہو سکتا یہ رَو جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے دنیا میں پیدا کی جا رہی ہے اور جس کے نتیجہ میں لوگوں کی توجہ ہماری طرف پھر رہی ہے اس کی وجہ سے ہماری ذمہ داریوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم

آنے والے حالات کے لئے

اپنے آپ کو پوری طرح تیار کریں اور اپنے پاس علماء کی ایسی جماعت تیار رکھیں جو ضرورت کے وقت ہم ان کی طرف روانہ کر سکیں۔ آخر یہ لازمی بات ہے کہ جب یہ آواز اور زیادہ ممالک میں پھیلے گی۔ جب ازہر کے طلباء باہر نکلیں گے۔ اور وہ لوگوں کو بتائیں گے کہ ہم احمدی ہیں تو لوگوں کی پیاس اور زیادہ بڑھنی شروع ہو جائے گی اور ان میں کرید اور جستجو کا مادہ پہلے سے زیادہ ترقی کر جائے گا۔ وہ جو پہلے احمدیت تنفر کی نگاہوں سے دیکھا کرتے تھے اب محبت اور پیار سے دیکھنے لگ جائیں گے اور ان کے دلوں میں یہ احساس پیدا ہونا شروع ہو گا۔ کہ آؤ ہم بھی دیکھیں احمدیت کیا چیز ہے پھر جیسا کہ ہمیشہ سے اللہ تعالےٰ کی سنت چلی آتی ہے۔ یہ بیج انشاء اللہ ترقی کرے گا اور زیادہ سے زیادہ بڑھتا چلا جائے گا۔ آج اگر چار یا سات

ازہر کے تعلیم یافتہ آدمی احمدی

ہیں تو کل یہ تعداد دس تک پہنچ جائیگی پھر دس سے بیس تک پہنچ جائے گی پھر بیس سے پچاس تک پہنچ جائیگی اور پھر پچاس سے سینکڑوں تک پہنچ جائے گی۔ اور اتنی بڑی تعداد میں ازہر کے تعلیم یافتہ احباب کا احمدیت میں شامل ہونا یقیناً

مصر میں ایک زلزلہ کے مترادف

ہو گا۔ کیونکہ مصر ہمیشہ دعوےٰ کرتا ہے کہ جامعہ ازہر دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی ہے اور جامعہ ازہر دنیا کے تمام مسلمانوں کی حفاظت کا کام سرانجام دے رہی ہے۔ اس دعوےٰ کے ساتھ جب لوگوں میں یہ بات پھیلنی شروع ہوئی کہ ازہر کے طلباء اور علماء سب احمدی ہوتے چلے جا رہے ہیں تو یہ اتنا بڑا زلزلہ ہو گا کہ میں سمجھتا ہوں مصر میں اتنا بڑا زلزلہ پچھلے ہزار سال میں بھی نہیں آیا ہو گا لوگ حیران ہوں گے کہ احمدیت کیا چیز ہے اور کیوں لوگوں میں اس کی قبولیت زیادہ سے زیادہ بڑھتی چلی جا رہی ہے ایسے حالات میں یہ لازمی بات ہے کہ جب احمدیت کی آواز ارد گرد کے علاقوں میں پھیلیگی اور لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گی کہ جامعہ ازہر میں پڑھنے والے احمدی بن رہے ہیں تو اور ہزاروں لوگوں اور ارد گرد کے تمام علاقوں میں بھی جستجو پیدا ہو گا کہ آؤ ہم بھی دیکھیں وہ کونسی چیز ہے جس نے ازہر پر بھی غلبہ پانا شروع کر دیا ہے۔ ہم بھی اس کی تحقیق کریں اور معلوم کریں کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ اسوقت جب لوگ ہم سے مطالبہ کریں گے کہ آپ اپنے آدمی بھجوائیں جو ہمیں احمدیت کی حقیقت سمجھائیں۔

کیا چیز ہے جو ہم انکو پیش کریں گے

کیا ہم ان کو یہ کہلا کر بھیجیں گے کہ ابھی ہم اپنے افراد میں جوش پیدا کر رہے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم کے لئے مدرسہ احمدیہ میں داخل کریں جب افراد کی اصلاح ہو جائے گی اور وہ اپنے لڑکوں کو مدرسہ احمدیہ میں بھجوانا شروع کر دیں گے تو ہم پہلے چار سال ان کو مدرسہ احمدیہ میں تعلیم دلوائینگے پھر جامعہ احمدیہ میں تعلیم دلوائینگے اور پھر ایک عرصہ کے بعد جب ہمارے پاس علماء تیار ہو جائیں گے۔ تو ہم انہیں تمہارے پاس بھجوا دیں گے اگر ہم ان کو یہ جواب دیں گے تو

ہمارا یہ جواب

ایسا ہی ہو گا جیسے کہتے ہیں کہ ایک امیر کے پاس کوئی فقیر آیا اور اس نے کچھ صدقہ مانگا وہ امیر تھا بخیل اس نے اپنے نوکر کو آواز دی اور پھر اپنی عظمت اور جلال کے اظہار کے لئے بڑے بڑے نام لینے شروع کر دیئے اور کہا کہ اے ہیرے تو موتی سے کہہ اور اے موتی تو زمرد سے کہہ اور اے زمرد تو سونے کو کہہ اور اے سونے تو چاندی سے کہہ اور اے چاندی تو اس فقیر کو کہہ کہ جا چلا جا میرے پاس کچھ نہیں۔ نام تو اس نے کتنے ہی لئے مگر آخر میں کہہ دیا کہ میرے پاس کچھ نہیں یہی ہم کریں گے کہ جس جس ملک سے مبلغین کا مطالبہ ہو گا ہم اس بخیل امیر کی طرح انہیں یہی کہہ سکیں گے کہ ابھی ہم

اپنی جماعت کے دوستوں کو تیار

کر رہے ہیں اور ان کے دلوں میں ایمان پیدا کر رہے ہیں جس دن ان کے دلوں میں ایمان پیدا ہو گیا اور انہوں نے ہماری تحریک پر لبیک کہا ہم تمہاری ضروریات کو پورا کرنے کا انتظام شروع کر دیں گے۔ کیا وہ ہمیں یہ جواب نہیں دیں گے کہ اگر تم ابھی اپنی جماعت میں ایمان ہی پیدا کر رہے ہو تو

تو تجھے کیوں بیوقوفی لگی کہ تمہارے پاس آ گئے۔ ہم نے تو سمجھا تھا۔ کہ تمہارے پاس ایمان ہے۔ ایسی صورت میں دنیا ہمارے اِن حقرات کا وہی جواب دے گی۔ جو اس فقیر نے امیر کو دیا تھا۔ جب امیر نے اپنے نوکروں سے بڑے بڑے نام لے کر کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ تو وہ فقیر کہنے لگا۔ اے خدا تو جبرائیل سے کہہ۔ اور اے جبرائیل تو اسرافیل سے کہہ اور اے اسرافیل تو میکائیل سے کہہ اور اے میکائیل تو عزرائیل سے کہہ وہ اس بخیل امیر کی جان نکال لے ہم کو بھی دنیا کی طرف سے ایسا ہی جواب ملے گا۔ اور ہم شرمندہ ہوں گے کہ ہم نے اُن کے مطالبہ کو پورا نہ کیا۔ پس

ہمیں ہر وقت تیار رہنا چاہیئے

تا جب بھی غیر ممالک کی طرف سے کوئی مطالبہ آئے۔ ہم فوراً اس مطالبہ کو پورا کر سکیں۔

یاد رکھو

مومن جماعت

وہ ہوا کرتی ہے۔ جس کے سپاہی ہر وقت تیار کھڑے رہتے ہیں۔ صرف دروازہ کھلنے کی دیر ہوتی ہے۔ دروازہ کھلتا ہے تو وہ اندر پہنچ جاتے ہیں۔ مگر ہماری حالت یہ ہے۔ کہ دروازے کھل رہے ہیں۔ اور ہم سپاہیوں کو بھرتی کرنے کی فکر میں اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں۔ میں جماعت کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ

ایسے نازک موقع پر

مومنوں کو عذر ی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ آج ہر شخص کو چاہیئے۔ کہ وہ آگے بڑھے۔ اور اسلام کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دے۔ گو ہر شخص بطور مبلغ اسلام کی خدمت نہیں کر سکتا بلکہ ضروری ہوتا ہے۔ کہ اُسے کچھ مدت تک تعلیم دلائی جائے۔ اس لئے ہم پہلے کچھ عرصہ تک انہیں دینی تعلیم دلائیں گے۔ اور پھر اصل کام پر مقرر کریں گے۔ بہرحال ماں باپ کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے بچوں کو جو میٹرک پاس ہوں یا مولوی پاس۔ دین کی خدمت کے لئے ہمارے

سامنے پیش کریں۔ اِن میں سے بعض کو مدرسہ احمدیہ میں اور بعض کو جامعہ احمدیہ کی سپیشل کلاس میں داخل کیا جائے گا۔ تاکہ اُن کو جلد سے جلد دین کی خدمت کے لئے تیار کیا جا سکے۔ جب یہ نوجوان تعلیم حاصل کر لیں گے۔ تو ہم اُس دن کا انتظار کریں گے جب باہر سے مطالبات آئیں۔ اور ہم اِن کو بیرونی ممالک میں اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے بھجوا سکیں لیکن اس کے علاوہ ہمیں فوری طور پر بھی ایسے گریجوایٹوں اور مولوی فاضلوں کی ضرورت ہے۔ جن کو قلیل سے قلیل عرصہ میں کاموں پر لگایا جا سکے۔ اس وقت ہمیں ہر قسم کے کارکنان کی ضرورت ہے مگر

آدمیوں کی قلت

کی وجہ سے ہمارے بہت سے کام ادھورے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر مولوی فاضل یا گریجوایٹ ہمیں مل جائیں۔ تو ہم اس قسم کی ضروریات کو آسانی کے ساتھ پورا کر سکتے ہیں۔ پس میں آج کے خطبہ کے ذریعہ ایک دفعہ پھر جماعت کو اس اہم امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں اس وقت

ہماری بیچارگی

حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ اور ہماری حالت اُحد کے اُن مُردوں کی طرح ہو رہی ہے۔ جن کے کفن کے لئے اتنا چھوٹا کپڑا تھا۔ کہ اگر اُن کے سر ڈھانکتے تھے۔ تو پیر ننگے ہو جاتے تھے اور اگر پیر ڈھانکتے تھے۔ تو سر ننگے ہو جاتے تھے۔ ہم ایک جگہ اپنا مبلغ بھجواتے ہیں۔ تو دوسری جگہ کی مانگ کو پورا نہیں کر سکتے۔ دوسری جگہ کی مانگ کو پورا کرتے ہیں۔ تو پہلی طرف سے ہمیں غافل رہنا پڑتا ہے۔ پس آج

انتہائی ضرورت

اس امر کی ہے کہ موجودہ نوجوان جو مولوی فاضل یا گریجوایٹ ہیں اپنے آپ کو خدمتِ سلسلہ کے لئے پیش کریں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ بہت سے مولوی فاضل اور گریجوایٹ اپنی زندگیاں وقف کر چکے ہیں۔ لیکن ہو سکتا ہے۔ کہ پھر بھی

ابھی بعض مولوی فاضل اور گریجوایٹ چھپے بیٹھے ہوں اور انہوں نے اسلام کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش نہ کیا ہو۔ کہتے ہیں جب مرتبان میں سے روٹی ختم ہو جاتی ہے۔ تو تلاش کرنے سے اس کے کونوں میں سے کچھ نہ کچھ نکل آیا کرتی ہے۔ پس بے شک بہت سے

گریجوایٹ اور مولوی فاضل

جو ہماری جماعت میں پائے جاتے تھے۔ اور جو اس کام کے لئے فارغ ہو سکتے تھے۔ ختم ہو چکے ہیں۔ اور اب ایک دو سال تک ہمیں نئے گریجوایٹوں اور مولوی فاضلوں کا انتظار کرنا ہو گا۔ لیکن پھر بھی ممکن ہے۔ کہ ابھی بعض گریجوایٹ اور مولوی فاضل رہتے ہوں۔ جنہوں نے دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش نہ کیا ہو۔ اور کچھ ایسے گریجوایٹ اور مولوی فاضل بھی ہو سکتے ہیں۔ جو اس سال امتحان دینے والے ہوں۔ بہرحال جو بچے پچھلے مولوی فاضل اور گریجوایٹ ہوں۔ اسی طرح وہ گریجوایٹ اور مولوی فاضل جو اس سال امتحان دینے والے ہوں۔ اُن سب کو چاہیئے۔ کہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اسلام کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں اگر پچھلے سالوں کے مولوی فاضل اور گریجوایٹ اور کچھ نئے مولوی فاضل اور گریجوایٹ ہمیں مل جائیں۔ جو اس سال امتحان دینے والے ہوں۔ تو ہم ان سب کو تیار کر کے اس دن کا انتظار کر سکتے ہیں۔ جب ہمیں زیادہ شان اور زیادہ زور کے ساتھ

دشمن پر دھاوا

بولنا پڑے گا۔

آخر یہ کام نہ چند روپیوں کا ہے نہ چند افراد کا ہے جس طرح جرمنوں اور انگریزوں کی جنگ میں کئی کروڑ فوجی شامل ہوئے تھے اسی طرح اس روحانی جنگ میں بھی ہمیں کروڑوں افراد دھکیلنے پڑیں گے۔ بے شک ہماری موجودہ جماعت ایسی نہیں۔ کہ ہم اس جنگ میں کروڑوں افراد دھکیل سکیں لیکن ہمیں کام تو ایسے رنگ میں کرنا چاہیئے کہ ایک دن کروڑوں تک پہنچ جانے کی

اُمید کی جا سکے۔ بہرحال جب تک وہ دن نہیں آتا

ہمارا فرض ہے کہ

ہمارے پاس موجودہ وقت میں جو انتہائی طاقت ہے۔ اُسے صرف کر دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو جائیں اگر ہم اس وقت اپنی انتہائی طاقت خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت اور اس کے کلمہ کے اعلاء کے لئے صرف کر دیں گے۔ تو ہماری یہ انتہائی طاقت اس بات کی ضامن ہو گی۔ کہ جس دن ہمارے پاس کروڑوں افراد آئے اس دن ہم اپنے کروڑوں افراد بھی اس خدمت کے لئے پیش کر دیں گے۔ اور اس میں کسی قسم کی تامل نہیں کریں گے۔ دنیا محض پرستی نہیں رکھ سکتی۔ وہ ہمارے عمل کو دیکھتی اور اس سے نتائج اخذ کرتی ہے۔ اگر ہم اپنے اندر جنون کا رنگ پیدا کریں گے دنیا کو دکھا دیں گے۔ اور اگر ہم پاگلوں کی طرح اُن کی

ہر ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بیتاب

پھر رہے ہوں گے۔ تو ان کی روح مطمئن ہو گی۔ وہ تسلی سے بیٹھ جائیں گے۔ اور کہیں گے۔ انہوں نے اپنے دل نکال کر ہماری طرف پھینک دیئے ہیں۔ انہوں نے اپنے جگر نکال کر ہماری طرف پھینک دیئے ہیں۔ انہوں نے اپنی انتڑیاں نکال کر ہماری طرف پھینک دی ہیں۔ اس سے زیادہ قربانی کی ہم اُن سے اُمید نہیں کر سکتے۔ یہ ایک ایسا خوشکن احساس ہو گا۔ جس کے ماتحت وہ تسلی سے بیٹھ جائیں گے اور انہیں ہمارے متعلق کوئی شکوہ پیدا نہیں ہو گا۔ لیکن اگر وہ دیکھیں گے۔ کہ ہم آرام سے بیٹھے ہیں۔ اور اُن کی ضروریات پورا کرنے کا ہمیں کوئی فکر نہیں۔ تو لازماً

دو صورتوں میں سے ایک صورت ضرور رونما ہو گی۔ یا تو وہ اپنے کفر پر تسلی پا کر بیٹھ جائیں گے۔ اور یا ایک نئی قسم کی احمدیت ایجاد کر کے اپنے اندر داخل کر لیں گے۔ اور یہ دونوں باتیں نہایت خطرناک نتائج پیدا کرنے والی ہیں۔ اِن دونوں گروہوں کو اپنی ذمہ داری

سمجھنی چاہیئے۔ بڑوں کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں۔ اور نوجوانوں کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں ماں باپ کو بھی چاہیئے کہ وہ بچے نزالغی کا احساس کریں اور بچوں کو بھی چاہیئے کہ وہ

اپنی آئندہ زندگی کا فکر

کریں۔ تاکہ پیشتر اس کے کہ ہم پر وہ خطرناک دن آئے کہ جماعتیں ہم سے آدمی طلب کریں۔ اور ہم ان کی مانگ پورا کرنے سے قاصر ہوں۔ غیر ممالک کی طرف سے مبلغین کا مطالبہ ہو۔ اور ہم کہیں۔ کہ ہمارے پاس کوئی مبلغ نہیں۔ ہم اپنے آپ کو پوری طرح طیار کر لیں اور

دنیا کی ضروریات

پورا کرنے کا ہمارے پاس مکمل سامان موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ آپ لوگوں کی امداد کرے۔ اور آپ کے ایمان اور اخلاص میں برکت پیدا کرے۔ تاکہ اس اہم کام کی طرف آپ متوجہ ہوں اور دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کر کے آپ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں

این ڈبلیو۔ آر سروس کمیشن لاہور

مقررہ فارم پر جو کہ این۔ ڈبلیو۔ آر کے تمام بڑے بڑے سٹیشنوں سے بر قیمت ایک روپیہ مل سکتے ہیں۔ این ڈبلیو آر بطور بلاک مینٹر ذاپرنٹس کام کرنے کے لئے امیدواروں کی طرف سے ۱۶ ⅘ تک درخواستیں مطلوب ہیں۔ کل بارہ عارضی اسامیاں ہیں جن میں (۲) مسلمانوں کے لئے مخصوص ہیں۔ دو اینگلو انڈین اور ڈومی سائیلڈ یورپینوں کے لئے اور ایک سکھوں پارسیوں اور ہندوستانی عیسائیوں کے لئے ٹریننگ کورس پندرہ ماہ کا ہوگا۔ اس دوران میں اپرنٹس کو تیس روپیہ ماہوار الاونس دیا جائے گا۔ اپرنٹس شپ سے کامیاب ہونے پر اگر ملازمت میں لیا گیا تو ان کو گریڈ میں ۶۵/۰/۰ روپے ماہوار تنخواہ ملیگی گرانی کا الاونس اور دوسرے الاونس جواز روئے قواعد مل سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہونگے۔

قابلیت۔ امیدوار حسب ذیل انسٹی ٹیوشنوں میں سے کسی ایک کا کوالیفائیڈ ہونا چاہیئے۔

(۱) گورنمنٹ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ رالیکٹرو مکینیکل سیکشن

(۲) دی پنجاب کالج آف انجنیرنگ اینڈ ٹیکنالوجی سی کلاس

(۳) ڈاکمنڈ جوبلی انسٹی ٹیوٹ لاہور

(۴) سکول الیکٹریشنز لدھیانہ

کسی مستند یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان پاس کر کے کسی بڑی اور معروف ورکشاپ میں کم سے کم تین سال سے الیکٹریکل ٹریڈ اختیار کئے ہوں۔ ان کی درخواستوں پر بھی غور کیا جا سکتا ہے

عمر۔ اٹھارہ اور پچیس ۲۵ سال کے درمیان اور رشیڈولڈ اقوام کے لئے ۲۸ سال تک

تفاصیل کیلئے ٹکٹ چسپاں شدہ اور ایڈریس لکھے ہوئے لفافہ کے ساتھ سکرٹری کو لکھئے۔

—— مسٹر نہرو

—— "غذائی صورت حال کا قطعی تقاضا یہی ہے۔ کہ پورا پورا تعاون کیا جائے تاکہ تباہی سے بچا جا سکے۔ اسیطرح یہ بوجھ سب پر یکساں ڈالا جا سکے خصوصیت سے عام طور پر پبلک کا تعاون بہت ضروری ہے"——

بیان ۱۷ فروری

ہمارا عہد اور ہماری اپیل

اُن لوگوں سے جو کمی کے علاقہ میں رہتے ہیں ہم پوری امداد کا عہد کرتے ہیں۔ ملک کے تمام ذرائع و وسائل کو اکٹھا کر لیا گیا ہے۔ اور اُن کو امداد بہم پہنچائی جا رہی ہے۔ غذا کی کمی میں مساویانہ حصہ رسدی کا خیال رکھا جائے گا اور پورے ملک میں یکساں تقسیم ہوگی۔ راشننگ کو وسعت دیدی گئی ہے تاکہ ہر متنفس اپنا صحیح حصہ پا سکے۔ قیمتوں کے کنٹرول کو سختی سے برقرار رکھا جائیگا۔ اس لئے آپ بھی پُرسکون رہیئے اور اعتماد کیجئے۔ ضرورت سے زیادہ نہ خریدئے نفع بازوں سے کوئی سروکار نہ رکھیئے۔

اُن لوگوں سے جو فاضل پیداوار کے علاقوں میں رہتے ہیں ہماری درخواست ہے کہ وہ پوری پوری طرح مدد کریں۔ اگر آپ سے اپنا فاضل غلہ دیدینے کیلئے کہا جائے تو بھی آپ کے پاس آپ کی ضرورتوں سے بہت زیادہ بچ رہے گا۔ اگر آپ کے شہر میں راشننگ جاری کر دیا جائے یا راشن میں کمی کر دی جائے تو یہ یاد رکھیے کہ ایسا قدم صرف آپ کے ہموطنوں کی مدد کے لئے اٹھایا گیا ہے۔ اس کے باوجود بھی آپ کے پاس کافی اناج بچ رہے گا۔ چھوٹی سے چھوٹی مقدار میں ذخیرہ نہ کیجئے حکومت کے ذمہ داروں سے تعاون کیجئے۔

تاجروں اور کاشتکاروں کو پیغام

آپ سے جس قدر اناج ممکن ہو سکے نکال دیجئے۔ اناج کی مقدار کا ہر من جو ذخیرہ کیا جائے اپنے بہت سے ہموطنوں کی موت کا سبب ہو سکتا ہے۔ صرف کنٹرول کی قیمتوں پر فروخت کیجئے جو آپ کے اور خریدار کے دونوں کے لئے مناسب ہیں۔ دوسروں کی مصیبت کے سہارے دولت کمانا ایک لعنت ہے۔

حکومت اور عوام نے فیصلہ کر لیا ہے کہ نفع بازوں اور چوربازاریوں کو ہر ممکن طاقت سے جو انہیں حاصل ہے کچل ڈالیں گے چوربازار سے احتراز کیجئے۔ یہ کام مجرمانہ ہے۔

اعلان نکاح

سلیمہ بیگم بنت کرم الدین صاحب ساکن قادیان حال کنیڈا کا نکاح بشیر الدین صاحب ولد اللہ الدین ابراہیم صاحب ساکن سکندر آباد دکن کے ساتھ ایک ہزار روپیہ مہر پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد مبارک میں ۲۶؍۴ کو بعد نماز مغرب اعلان فرمایا۔ دوست دعا فرمائیں کہ یہ نکاح طرفین کے واسطے بابرکت ہو۔

مرزا مہتاب بیگ ۲۹؍۴

اعلان نکاح

۲۸ اپریل ۱۹۴۶ء کو بعد نماز عصر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے مولوی کمال الدین احمد صاحب مالاباری ولد جناب سی کوئی کنجی احمد صاحب کا نکاح زہرہ بیگم صاحبہ بنت جناب علی محی الدین صاحب مدراسی سے بعوض مہر پانچصد روپیہ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فریقین کیلئے بابرکت بنائے

خاکسار مفتی محمد صادق

۵؍۳ بروز جمعہ بوقت سوا چھ بجے صبح اجتماعی وقار عمل منایا جائے گا۔

ناظم وقار عمل قادیان

ضرورت رشتہ

ایک اعلیٰ لودھی پٹھان خاندان کے لڑکے کیلئے رشتہ کی ضرورت ہے لڑکا مخلص احمدی ہے اور حضرت اقدس سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی اردنی سند ہو ہیں کلرک ہے اور نہایت ہی دیانتدار پرہیزگار اور موصی بھی ہے عمر ۲۴ سال کھلا اور تندرست ہے، ماہوار آمد ۱۵۰ ہے علاوہ ازیں زمینداری ذاتی لڑکی خواندہ اور نیک ہو کسی قوم یا ذات کی شرط نہیں خواہشمند اصحاب لڑکے کے بڑے بھائی عزیز محمد خانصاحب بی۔اے ہیڈ کلرک دفتر چیف انجینئر بہاولپور سے خط و کتابت کریں

غلام رسول احمدی ٹھیکیدار دار الرحمت قادیان

علمائے کرام کیلئے ایک نادر موقعہ

تذکرۃ الحفاظ، علامہ ذہبی کی اسماء الرجال میں مبسوط تالیف ہے جس میں حفاظ حدیث حاملین علم نبوت و رواۃ حدیث ناقلین ارشاد نبوت کے صحیح صحیح حالات درج ہیں۔ کل پانچ جلدیں قیمت ۱۲ روپے۔ تجرید اسماء الصحابہ، یہ بھی علامہ ذہبی کی اسماء الرجال میں نادر تصنیف ہے جس میں تقریباً دس ہزار ۱۰۰۰۰ زائد صحابہ کرام کے تراجم و حالات درج ہیں۔ صفحات ہر دو جلد ۸۲۵ قیمت تین روپے۔ رعایتی اعلان۔ دونوں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر صرف دس روپے میں ارسال ہوں گی۔ محصول بذمہ خریدار۔

پتہ۔ مولانا بک ڈپو نداوول وسیٹ گوداوری

روپیہ کمانے کی دو سو ۲۰۰ سکیمیں مفت منگوائیں!

کمرشل سنڈیکیٹ ۲۲ چوک متی لاہور

ہر قسم کا کپڑا لاجواب ڈیزائن کنٹرول ریٹ سینکڑوں نمونے ہماری دوکان پر تشریف لائیں

پٹیالہ ہاؤس کٹڑہ جیمل سنگھ امرتسر
فرم اللہ رکھا سلطان علی

دیسی طب کو بے اثر قرار دینے والوں کیلئے چیلنج!

دنیائے طب کے نوادر جو اصحاب یونانی اور دیسی طب کے متعلق حسن ظن نہیں رکھتے۔ اس کی صرف ایک وجہ ہے کہ اس زمانہ میں جو مفردات استعمال کئے جاتے ہیں وہ تازہ خالص اور اعلیٰ نہیں ہوتے۔ طبیہ عجائب گھر قادیان خالص عمدہ اور صاف ستھرے مفردات سے مرکبات تیار کرنے کا واحد مرکز ہے۔ یہاں بیش بہا جواہرات دوائیہ اور نہایت اعلیٰ درجہ کی خالص کستوری۔ زعفران ایرانی سے لیکر معمولی مفردات مثلاً بنفشہ۔ اسبغول الائچی تک ہر چیز عمدگی اور نفاست کے لحاظ سے لاثانی ہے جو مرکبات ایسے مفردات سے تیار ہوں۔ ان کے مفید زود اثر اور بہترین ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا ہمارے مرکبات کا استعمال آپ کو دیسی طب کے متعلق اپنا نقطۂ نگاہ بدلنے پر مجبور کر دیگا۔ مرکبات کی مختصر فہرست یہ ہے:۔

دنیائے طب کے نوادر سونے کی گولیاں رجسٹرڈ۔ زائل شدہ طاقت کو بحال کر کے جسم کو فولاد کی طرح مضبوط بنا دیتی ہیں۔ پیشاب کی جملہ امراض کا قلع قمع کرتی ہیں۔ ایک روپے کی پانچ گولیاں

حب جواہر مہرہ عنبری یا محافظ شباب گولیاں رجسٹرڈ مقوی دل و دماغ معین حمل و محافظ شباب
ایک روپے کی چار گولیاں

زود جام عشق: مقوی اور پٹھوں کو طاقت دینے میں بےنظیر دوا ہے۔ ایک روپیہ کی پانچ گولیاں

اکسیر ذیابیطس: شکر کو روکتی جسم کو تقویت دیتی ہے اور پیشاب کو اصلی حالت پر لاتی ہے خوراک ایک رتی۔ دس روپے فی تولہ

اکسیر دمہ: دمہ کا حکمی علاج ہے اس کی نسوار دینے سے دمہ سے بیہوش مریض کی بیہوشی فوراً دور ہو جاتی ہے۔ خوراک ایک رتی۔
قیمت پانچ روپے تولہ

مرکب افسنتین: مشین سے بنی ہوئی گولیاں ہیں۔ مقوی معدہ۔ دل و دماغ اور جگر ہے مراق کے لئے نہایت مفید ہے۔ ایک روپیہ کی ۲۵ گولیاں۔

اکسیر بواسیر: بواسیر کا حکمی علاج ہے۔ نہایت مفید اور بارہا کی تجربہ شدہ اکسیر ہے۔ دو روپے کی ۲ گولیاں

حب ایارج فیقرا: معدہ کی تمام امراض کے لئے مفید ہیں۔ قبض کشائی کرتی ہیں۔ مشین سے بنی ہوئی گولیاں۔ ڈیڑھ روپیہ فی تولہ

اکسیر اٹھرا: جو عورتیں اسقاط کی مرض میں مبتلا ہوں یا جن کے چھوٹی عمر میں بچے مر جاتے ہوں ان کے لئے نہایت اکسیر دوا ہے۔ نہایت اعلیٰ درجہ کے خالص اور عمدہ بیش قیمت اجزاء سے تیار شدہ ہے، ساٹھ روپے تولہ والی اعلیٰ درجہ کی کستوری اور آٹھ روپے فی تولہ نہایت اعلیٰ درجہ کا ایرانی زعفران اور دیگر عمدہ اور خالص اجزاء کا زود اثر مرکب ہے۔ گولیاں مشین سے بنائی گئی ہیں۔ گیارہ تولہ کا مکمل کورس ۲۰ روپے نصف کورس ساڑھے پانچ تولہ دس روپے۔ اسقدر اعلیٰ اور عمدہ اجزاء سے تیار شدہ گولیاں اتنی ارزاں قیمت پر کہیں سے نہ ملیں گی۔

اولاد نرینہ کی مشرطیہ دوائی۔ جن عورتوں کے ہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا ہوتی ہوں۔ ان کے لئے یہ نہایت بیش قیمت اعلیٰ درجہ کا زود اثر مرکب تیار کیا گیا ہے۔

اشتہاری تلخ تجربہ اٹھاتے ہوئے اصحاب کے یقین کے لئے یہ دوائی اس معاہدہ کے ساتھ دی جاتی ہے کہ لڑکی پیدا ہونے پر قیمت واپس کر دی جائے گی۔

طبیہ عجائب گھر (رجسٹرڈ) قادیان دار الامان